نقش حیات وغیرہ میں روشنی ڈالی ہے اُسے پڑھ لیں۔ میں نے پھر جرأت کرتے ہوئے کہا۔ کہ حضرت یہ اسرار مخفی رہنے کی چیزیں نہیں۔ ہم اخلاف کے لئے لائحہ عمل واضح ہونا چاہیئے۔ تو کہا کہ جس وقت اللہ چاہے آپ کو ظاہر ہو جائے گا۔ صبح کے وقت میں نے پھر گستاخی کرتے ہوئے عرض کیا۔ کہ حضرت ابھی تک کچھ جزئیات واضح ہو چکی ہیں۔ لیکن تفصیلی حالات اور مقاصد مبہم ہیں۔ تو فرمایا کہ لوگوں نے جزئیات سے کیا فائدہ لیا اور کیا عمل کیا۔ کہ تفصیلی واقعات کا پوچھنا چاہتے ہو۔ ایسا محسوس ہوا کہ حضرت موصوف ان واقعات کو بھلانا چاہتے ہیں اور جہاں تک ہو سکے ان ناشرمندۂ تعبیر سہانے خوابوں کی یاد سے گریز کرتے ہیں وہ حضرت شیخ الہند کی محبت میں فنا ہیں۔ دوران گفتگو میں بار بار "مولانا، مولانا" سے مراد ان کا شیخ الہند کا وجود ہوتا تھا۔ دیگر اکابر معاصرین کو صرف نام سے یاد فرماتے ہیں۔ معاصرت در رفاقت کے باوجود آپ کو حضرت شیخ مدنی کے ساتھ بے پناہ عشق و محبت ہے۔ قسم کھا کر کہا کہ میں اگرچہ خط و کتابت میں حد سے زیادہ کاہل اور بے پرواہ ہوں۔ لیکن اللہ حاضر ہے کہ دس سال کے اس عرصہ میں مولانا مدنی میرے دل و دماغ سے غائب نہیں ہے۔ میں ذہن میں ہمیشہ انہیں خط لکھتا رہتا ہوں۔ کبھی کبھی ہتھیلی پر مضمون لکھتا ہوں۔ کہ حضرت یہ واقعہ پیش ہے یہ ارادہ ہے۔ کبھی کانوں میں آواز محسوس ہوتی ہے۔ کہ حضرت کہتے ہیں۔ یہ کیا حماقت ہے۔ یہ کیا بات ہے۔ بیداری یا خواب میں حضرت مجھ سے علیحدہ نہیں ہوئے۔

پھر دردناک انداز میں کہا۔ آہ اب حضرت کی عمر بھی ڈھلتا ہوا سایہ ہے اور دیکھئے ملاقات نصیب ہوتی یا نہیں۔ اس کے بعد حضرت شیخ مدنی کے استقامت اور کمالات پر گفتگو کرتے رہے۔ میں نے جب دارالعلوم دیوبند کے مستقبل کے متعلق ان کے خیالات معلوم کرنا چاہے۔ تو فرمایا اس سے مطمئن رہیئے۔ لایزال اللہ یغرس لھذا الدین غرسا اللہ خود حفاظت کرے گا۔ قاسم کے بجائے محمود اور انور کے بعد حسین احمد پیدا ہوتے رہیں گے۔ جب تک وہ چاہے۔ میری حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی۔ جب اس کے بعد انہوں نے گفتگو کو دارالعلوم حقانیہ کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔ کہ دیکھئے خدا کی شان کو پاکستان میں دین اور دینی علوم کی حفاظت کے لئے اللہ نے عبدالحق کو کھڑا کیا۔ اس کام کے لئے وہ ہر حال میں موزوں ہیں۔ عبدالحق صاحب مسکین الطبع اور نفس کش انسان ہیں اور گویا وہ اس کام کے لئے پیدا کیے گئے ہیں۔ انہوں نے فرض کفایہ ادا کر دیا ہے ہم ساروں کی طرف سے۔ ہمارا نفس بڑا ہے ہم میں تکبر ہے۔ ہم یہ کام نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے کہا حضرت آپ دارالعلوم کی کامیابی کے لئے دعا فرماویں فرمایا نہیں آپ کے کہنے پر نہیں۔ پھر فرمایا، نادان، آپ کو کیا معلوم ہے حقانیہ کو ہم نے اپنا مدرسہ سمجھ لیا ہے۔ اس کے لئے دعا میرا فریضہ ہے اور دارالعلوم کا وجود انہیں صبح و شام کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ آپ لوگ دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں مطمئن رہیئے۔ پھر فرمایا کہ پیر صاحب (سید باد شاہ گل مرحوم) آپ کے مقابلہ میں جو کچھ کر رہے ہیں۔ اس کا فکر نہ کریں۔ حق کے مقابلہ میں ہمیشہ رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ پھر کہا کہ والد صاحب کو میرا یہ پیغام پہنچا دیں۔ کہ دیگر مدارس کی طرح وہ طلبہ پر چندہ کیا جائے۔ اس میں طلبہ کی بے عزتی ہے۔ (الحمدللہ دارالعلوم میں یہ سلسلہ قطعی بند ہے) اور دوسرے وہ سوال کے عادی ہو جاتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اپنے شاگردوں کو اور مدارس بنانے سے منع کریں۔ اور حقانیہ کو جو مرکزیت حاصل ہے۔ اس کو خراب نہ کریں۔ اگر خواہ مخواہ مدارس بنائے جائیں تو شرح جامی تک پڑھانے کے بعد وہ حقانیہ بھیجا کریں۔ پھر فرمایا کہ میں نے ابھی تک قصور کیا ہے اور فریضہ میں کوتاہی کی۔ کہ آپ کے ہاں ابھی تک حاضر نہیں ہوا۔ اور موقع ملنے پر آؤں گا۔

اساتذہ و مشائخ کا تذکرہ

(مولانا سمیع الحق کی ذاتی ڈائری سے انتخاب)

حضرت کے پہلے استاذ حاجی صاحب مسجد قصاباں

صوفی فنا فی اللہ، اخلاص و تقویٰ کا نمونہ، استاذ العلماء حاجی صاحب مسجد قصاباں کی وفات ۹ رمضان ۱۳۷۵ھ بمطابق ۲۰ اپریل ۱۹۵۶ء ۸ بجے صبح ہوئی مسجد کے دروازہ میں دفن ہوئے نوجوانی میں مشرق وسطیٰ وغیرہ کی سیر و سیاحت کی، نصف صدی تک اکوڑہ میں اپنے تصوف کتب نظم فارسی خصوصاً مثنوی روم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ احقر (سمیع الحق) کو بھی بچپن میں دس سال کی عمر اپنے جدا مجد کے حکم پر گلستان پڑھائی۔ حضرت والد صاحب نے بچپن میں ان سے نظم کی کتابیں پڑھیں (مجھے بچپن سے بلاد مقدسہ اور سیر و سیاحت کی باتوں سے بڑا شغف رہا) ان سے کرید کرید کر یہ حالات پوچھتا رہتا اور وہ بڑی شفقت سے سناتے۔ والد صاحب سے انتہائی شفقت اور محبت تھی آپ جب بھی تعطیلات دیوبند سے آتے تو اپنے ہاں مشہور کباب (اکوڑہ خٹک کے چپلی کباب کی اس زمانہ میں بڑی شہرت تھی) کی پرتکلف دعوت فرماتے۔

والد صاحب بھی عید وغیرہ کے مواقع پر رات کو کسی نہ کسی طرح وقت نکال کر سلام کے لیے حاضری دیتے اور اکثر میرے ہاتھ پر کچھ ہدیہ بھی بھیج دیتے اور کہلواتے کہ میرے لیے دعا کریں اور ناراض نہ ہوں مجھے فرصت نہ تھی ورنہ خود حاضر ہوتا۔

اکوڑہ کے رئیس خان اعلیٰ محمد زمان خان جو علماء و صلحاء کے گرویدہ اور صاحب علم و تقویٰ بزرگ تھے انہوں نے علماء و صلحاء سے ملنے کی خواہش ظاہر کی ضعف کی حالت میں ہماری مسجد (مسجد قدیم دارالعلوم حقانیہ)

میں آئے حاجی صاحب قصابان مرحوم بھی وہاں تشریف لاتے یہ ان کی ہماری مسجد میں آخری تشریف آوری تھی۔ اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ وفات سے دو روز قبل، رمضان کو نماز مغرب میں ان سے میری آخری ملاقات ہوگئی۔ (ذاتی ڈائری)

حضرۃ شیخ الحدیث مدظلہ نے درج ذیل فہرست کے مطابق اساتذہ علم سے استفادہ کیا

۱۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی۔ بخاری شریف، ترمذی شریف

۲۔ حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب۔ بیضاوی، ہدایہ و آخرین، موطا امام مالک (جس کا دارالعلوم دیوبند میں بالالتزام درس ہوتا تھا)۔

۳۔ مولانا محمد ابراہیم بلیاوی۔ امور عامہ، شرح اشارات، مسلم شریف، توضیح و تلویح، مسلم الثبوت۔

۴۔ حضرت مولانا رسول خان صاحب۔ صدرا، شمس بازغہ، طحاوی شریف، شرح عقائد جامی رشیدیہ۔

۵۔ حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب۔ مشکوٰۃ شریف اور شرح نخبہ۔

۶۔ حضرت مولانا نبیہ حسن صاحب۔ جلالین شریف

۷۔ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری۔ ابن ماجہ

۸۔ حضرت مولانا اصغر حسین دیوبندی۔ ابوداؤد شریف

۹۔ حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب کانپوری صدر مدرس مدرسہ امداد کرٹ (حضرت مولانا احمد حسن کانپوری محشی حمد اللہ کے فرزند ارجمند)۔ ہدایہ اولین (ڈائری ص۱۰۹)

مولانا عبدالقادر کی شاگردی

والد صاحب نے حاجی محمد یوسف کو فرمایا کہ میں نے آپ کے والد مولانا عبدالقادر سے زنجانی پڑھی ہے۔

احترام اساتذہ

علماء کے اتحاد اور مفاہمت کے سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کو ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء میں کراچی جانا ہوا جبکہ سوشلزم کے فتنے نے علماء میں بھی انتشار پیدا کیا اور جب علماء۔ مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا احتشام الحق تھانوی وغیرہ کے ساتھ دارالعلوم کراچی تشریف لے گئے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ علماء کی مجلس سے اٹھ کر گھر تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو ان کی آمد پر حضرت مولانا عبدالحق صاحب اپنی عادت کے مطابق ایستادہ ہونے لگے کہ حضرت مفتی صاحب نے نہایت تاکید کے ساتھ اٹھنے سے روک دیا اور ارشاد فرمایا: حضرت شیخ الہند کا ایک جملہ یاد ہے کہ اولاً تو اساتذہ اور علماء و اکابر کا احترام پہلے سے جاتا رہا ہے جو کچھ باقی تھا وہ اب کی اٹھک بیٹھک میں جاتا رہا۔

مولانا مدنی کی تقبیل یدین سے ناراضگی

۲۶ جنوری ۱۹۵۸ء کو حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ ہمارے حضرۃ مدنی صاحب بھی تقبیل یدین کے لیے کسی شخص کو نہ چھوڑتے تھے۔ یہاں اکوڑہ خٹک جب تشریف لاتے تو دونوں ہاتھوں کو بغلوں میں چھپا دیتے اور کسی سے مصافحہ بھی نہ کرتے کہ کوئی جھک کر آپ کے ہاتھ کو چوم لے۔ ایک دفعہ صفر حج سے تشریف لائے، سینکڑوں لوگ استقبال کے لیے سٹیشن پر گئے۔ انہوں نے اترتے ہی ہاتھ پہلو میں باندھ لیے اور کسی کو جھک کر مصافحہ کرنے نہ دیا اور فرمایا کہ کیا ہوا اگر حج سے آیا۔ اکوڑہ خٹک جب تشریف لاتے تو دو ایک افراد نے آپ کے ہاتھ کو چوما تو ان کو سختی سے جھڑک دیا۔ جب مظفر نگر جیل میں تھے تو ہم رہائی کے وقت جیل گئے۔ حضرت شیخ الادب وغیرہ اکابر علماء بھی ساتھ تھے، جیل سے رہائی ہوئی تو ایک بس میں بیٹھ گئے حضرۃ مولانا ڈرائیور کے قریب بیٹھے تھے ادھر ہم پچھلی سیٹوں پر۔ اس دوران ایک بڑا انسر آیا اور حضرت سے بات چیت میں مصروف ہوگئے۔ بس کے نیچے جو لوگ تھے وہ حضرت کے پاؤں اور ہاتھوں کے برابر تھے۔ تو میں نے خود دیکھا کہ ان لوگوں نے حضرت کو مصروف پاکر آپ کے ہاتھ اور پاؤں چومنے میں لگ گئے، جب حضرت الشیخ کو خیال آیا تو آپ بہت غصہ ہوئے اور اپنے ہاتھ پاؤں کو سمیٹ لیا۔ ہم نے ان کے مکان پر بڑے بڑے متقی اور ممتاز علماء کو دیکھا لیکن کسی کو یہ موقعہ مشکل سے ملتا کبھی سو جاتے تو بڑے اجلہ علماء کو ان کے پاؤں چومتے دیکھا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو ان کی چارپائی کی پائنتی بیٹھ کر دیکھا۔ ہمارے اکابر ان چیزوں سے حتی الوسع خفا ہوجاتے۔ میں جب دیوبند گیا اس وقت علامہ انور شاہ کشمیریؒ دیوبند سے علیحدہ ہوتے تھے میرے ساتھ ایک ساتھی بھی تھا ایک دفعہ عصر کی نماز ہم نے شاہ صاحب کی مسجد میں پڑھی جب مسجد سے نکلے تو مجھے حضرۃ شاہ صاحب کی طبیعت معلوم تھی لیکن میرے ساتھی کو اس کا علم نہ تھا۔ اس نے پے در پے ان کا ہاتھ چومنا شروع کیا اس پر حضرۃ شاہ صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب مکروہ تحریمی ہے، بحر الرائق میں لکھا ہے۔

دیوبند علم کا ام القریٰ ہے

فرمایا کہ میرے نزدیک دیوبند علم کا ام القریٰ ہے پہلے بھی اور اب بھی علم فقہ حدیث تقویٰ، تدین سب وہاں سے نکلی باقی سب ہے۔ اسی مجلس میں فرمایا کہ اس زمانہ کا مجتہد شیطان سے بھی زیادہ

سمجھدار ہے۔ فرمایا اس وقت بعض مصری علماء فرعون مصر کے قائم مقام ہیں۔ جو حیثیت فرعون کے سامنے موسیٰ کی تھی وہی حیثیت ان کے ہاں شریعت کی ہے، مجلس میں علامہ شمس الحق افغانی بھی موجود تھے۔ اسی سفر میں والد صاحب نے جامعہ اشرفیہ کی جامع مسجد میں نماز جمعہ سے قبل اتباع سنت اور اسوۂ حسنہ پر خطاب فرمایا نماز مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ نے پڑھائی رات پھر قاری محمد طیبؒ سے پر لطف مجلس رہی، صبح کی مجلس میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی مولانا خیر محمد مولانا مفتی محمد شفیع مولانا احتشام الحق تھانوی بھی سب اکٹھے ہوئے، عوامی ایکسپریس سے لاہور سے واپسی ہوئی۔

حضرۃ شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے اسناد علم حدیث

(مولانا سمیع الحق کی ذاتی ڈائری سے انتخاب)

علماء دیوبند اور انکے علمی ورثاء علماء حقانیہ مکمل طور پر صحابہ کرامؓ سے لے کر محدثین دہلی تک اسنادِ علم (قرآن وحدیث کی ہر کڑی سے پورے وفادار رہے، اس کی حفاظت کی، اس پر اعتماد کیا اور سلف صالحین کی اتباع کی یہاں تک پابندی کی کہ کسی چھوٹی سے چھوٹی بدعت کو بھی دین نہ بننے دیا۔

دنیا نے اپنے آپ کو بدلا گھڑی گھڑی ؎
اک اہل عشق ہیں کہ جہاں تھے وہیں رہے

علماء دیوبند نے علم وعمل کے چراغ سلف کے اسناد سے روشن کئے ہیں تو ان کے ذمے ان اسناد کی حفاظت بھی لازم ہو جاتی ہے علوم اسلامیہ کے تسلسل کا آغاز صحابہ کرامؓ سے ہوتا ہے اور یہ سلسلہ پاک و ہند کی علمی وعملی فضا میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے خاندان تک پہنچتا ہے بعض نادان اس زنجیر کی پہلی کڑی کو کمزور بتاتے ہیں دوسرے بعض شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے خاندان کے بعض افراد پر اعتراض کرتے ہیں ان حالات کا لازمی نتیجہ ہے کہ علماء دین اسناد دین کی حفاظت اور اشاعت کریں صحابہ کرامؓ پر تنقید اور مخالفت بھی روکیں اور محدثین دہلی کی بھی عمومی صفائی پیش کریں کیونکہ اسناد کی یہی کڑیاں انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاتی ہیں اور اسلام کا تسلسل انہی حضرات سے قائم ہے۔

استاد محترم حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق مدظلہ، نے بھی اسی جذبۂ حفاظت واشاعت اسناد کے پیش نظر حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے اسناد علم حدیث کو بھی ان کے دیگر سیرت وسوانح اور تاریخ کی طرح اپنی ذاتی ڈائری میں ایک نقشہ کی صورت میں محفوظ کر لیا اسی ضمن میں خود انہیں بھی جامعہ حقانیہ حضرت غورغشتویؒ، علماء اکابر دیوبند، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ میں جن اساطین علم وفضل سے اسناد حاصل ہوئیں ان کا تذکرہ بھی آگیا ہے اسناد علم دین کا یہ سلسلۃ الذہب اگلے صفحہ میں نذر قارئین ہے۔

(عبد القیوم حقانی)